آنحضرت ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی بنیاد اور ضرورت

The necessity & Basis of the Interpretative Judgments of Prophet Muhammad (SAW)

ڈاکٹر فرحت نثار*

ڈاکٹر آسیہ رشید*

ABSTRACT

The significance of Ijtihad (Interpretative Judgments) cannot be denied. The changes and evolutions in human experience can resolve the problems. Islam doesn't have narrow view regarding human life, rather removes obstacles in its way to development.

Ijtihad has played a vital role to bring compatibility between society and Islamic law, its expansion , development , and changing needs of society .This principle has provided solution to various political, social economic and cultural problems during the period of the Prophet Muhammad (SAW).The Prophet Muhammad (SAW) himself, many times, practiced Ijtihad regarding matters raised in newly established Islamic state and the Ummah. Many of the decisions were ratified and revised by Him as well .

These decisions were according to the need of time either, political, social, economic or moral. These decisions prove the importance of ijtihad as a principle of movement and also the legislative and explanatory status for the future.

Keywords: Sources of Sharia, Interpretative Judgments, Sunnah as explanation of Sharia; Sunnah as Jurisprudence; Ijtihad

* لیکچرر، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

* لیکچرر، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

قرآن کریم کے بعد سنت نبوی اولین ماخذِ شریعت ہے۔ اور آنحضور ﷺ کی اس حیثیت کو قرآن کریم میں کئی مقامات پر صریح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَ اتَّقُوا اللہَ اِنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (۱)۔

ترجمہ: اور رسول تمہیں جو دے وہ لو اور جس سے روک دے اس سے رک جاؤ۔

اس آیت سے سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی قدر واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایمان کی تکمیل اتباع سنت کے بغیر ممکن نہیں۔ماخذ شریعت میں اجتہادی فیصلوں کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کی حیثیت دوطرح سے سامنے آتی ہے۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریحی حیثیت (وضاحت کرنے میں)۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حیثیت (قانون سازی میں)۔

دونوں حیثیتوں میں مختلف حوالوں سے آپ ﷺ کی سنت مطہرہ نے جو اصلاح کی اس کو ذیل کے چند بنیادوں پر موضوع بحث بنایا جاسکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی بنیاد

چونکہ قرآن کے بعد سنت نبوی اولین ماخذِ شریعت ہے۔ اسی لئے قرآن کی بہت سی آیات میں کتاب کے ساتھ حکمت کا حوالہ آیاہے کہ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿ وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہ عَلَیْکَ عَظِیمًا ﴾ (۲)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب وحکمت اتاری ہے اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا۔ اور اللہ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے۔

یہاں پر کتاب کے ساتھ حکمت کے معنی سنت کے ہیں۔ قرآن تو خود سراپا حکمت ہے۔ قرآن کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سنت حکمت و دانائی ہے۔ جس کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ قرآن کے لائے ہوئے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کا فرض سرانجام دیتے تھے۔ آپؐ کے فرائض نبوت میں قرآن کی آیات کی تلاوت کے ساتھ ساتھ حکمت اور تذکیر کا ذکر بھی موجود ہے اور یہ فرائض رسالت قرآن میں چار مقامات پر بیان کیے گئے ہیں۔ پہلے سورۃ بقرہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی صورت میں ارشاد ہوا:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنهمْ يَتْلُوْا عَلَيهِمْ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمهمُ الْکِتٰبَ وَالْحِكْمة وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيم﴾ (۳)۔

ترجمہ: اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سُنایا کریں اور کتاب اور دانائی سکھایا کریں اور اُن (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کریں بیشک تو غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

یہاں پر فرائض رسالت کو ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی دعا کے ساتھ منسوب کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ان کے فرائض کو ایک نعمت قرار دیا گیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا: ﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْن﴾ (۴)۔

ترجمہ: جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب (یعنی قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

اس آیت میں واضح طور پر سنت کو حکمت سے تشبیہ دیتے ہوئے مؤمنین کو اسی بات کی تاکید کی گئی ہے کہ قرآن کے بعد سنت نبویؐ ان کے لئے ایک نعمت ہے جو رسالت کی صورت میں عطا کی گئی ہے۔

تیسرے مقام پر منافقین کو اس بات کا احساس دلایا گیا ہے کہ سنت ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے ارشاد ہوا:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمِ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ ويُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِينٍ﴾ (۵)۔

ترجمہ خدا نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں ے ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو اُن کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سُناتے اور اُن کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

چوتھی بار سورۃ الجمعہ میں ارشاد ہوا : ﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾(۶)۔

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو اُن کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتے اور اُن کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

اس آیت میں سنت نبویؐ کو حکمت اور تزکیہ کے مناقب کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ تزکیہ کرنے کا کام سابقہ انبیاء بھی کرتے رہے ہیں مگر آپؐ کے مناقب رسالت میں یہ بھی بات شامل کی گئی ہے کہ صرف آیات سنانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنے قول و عمل سے کتاب الٰہی کی منشا سمجھاتے ہیں اور یہ کام حکمت اور تزکیہ کے ذریعے سے سرانجام دیتے ہیں۔

امام قرطبی نے سنت رسول اللہ ﷺ کی تشریعی اور تشریحی حیثیت کو بڑے جامع طریقے میں بیان کرتے ہوئے آپؐ کی حیثیت کو ''یبین'' کے الفاظ سے واضح کیا ہے۔

لفظ ''یبین'' یا ''تبینا'' قرآن میں ۱۵ سے زائد مقامات پر وضاحت یا واضح کر دینے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لفظ ''یبین'' کا اصل مادہ'' بَیَن'' ہے اور یہ باب تفعیل سے تبین ہے(۷)۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ پر کتاب اللہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی حکمت اور تزکیہ کی بھی ذمہ داریاں تھیں اس لئے یہ ذمہ داریاں آپؐ کی تشریحی اور تشریعی حیثیت کو ''لِتُبَيِّنَ'' کے ذریعے مندرجہ ذیل آیات میں واضح کیا گیا ہے۔ سورۃ ابراہیم میں انبیاء علیہم السلام کی ذمہ داری کتاب اللہ کی وضاحت بیان فرمائی گئی ہے ارشاد ہوا:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّهُ مَن يَشَاء وَيَهْدِي مَن يَشَاء وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾(۸)۔

ترجمہ: ہم نے ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے اب اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے' اور جسے چاہے راہ دکھائے' وہ غلبہ اور حکمت والا ہے۔

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کر دیں۔

ارشاد ہوا: ﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (۹)۔

ترجمہ: ہم نے (آپ) کی طرف یہ ذکر اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں۔ شاید وہ غور وفکر کریں۔

اسی کو آگے آیت ۶۴ میں یوں فرمایا گیا: ﴿ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلاَّ لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُواْ فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (۱۰)۔

ترجمہ: اس کتاب کو ہم نے آپ پر اس لئے اتارا کہ آپ ان کے لئے ہر اس چیز کو واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور یہ ایمان داروں کے لئے رہنمائی اور رحمت ہے۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریحی حیثیت کا تقاضا ہے کہ وہ قرآن کی آیات کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے مطالب اور تشریح اور توضیح بھی لوگوں پر واضح کردیں۔ گویا جس طرح قرآن شریعت کی بنیاد ہے اسی طرح سنت رسول ﷺ بھی شریعت کی بنیاد ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کے بعد رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال واحوال کی اطاعت کا مطلق حکم دیا گیا ہے۔

ا۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریحی حیثیت:

آپ ﷺ کی تشریحی حیثیت کو خود قرآن کریم اس طرح واضح کرتا ہے ﴿ لقد كانَ لكم فى رَسُولِ الله أُسوة حسنة ﴾ (۱۱)۔ ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے۔

اِمام راغب اصفہانی "اسوۃ" کا مفہوم اس طرح واضح کرتے ہیں:

" وهيَ الْحَالة الَّتِى يَكُونُ الإنسانُ عَليها فى اتِّبَاعِ غَيره حسناً أو قبيحاً" (۱۲)۔

یعنی اسوہ انسان کی ایسی حالت ہے جو کسی دوسرے کی اتباع اور پیروی میں وہ اپنے لئے اختیار کرے خواہ وہ حالت اچھی ہو یا بری۔

گویا یہ لفظ اپنے اندر اتباع کے معنی ومفہوم رکھتا ہے اور اس کے ساتھ حسنہ کا لفظ اس کی تائید کر دیتا ہے۔ یعنی اسوہ نبی ﷺ پر عمل کیے بغیر ایمانیات' احکامات اور اخلاقیات کی تکمیل ممکن نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ ﷺ کے تشریحی اور تشریعی دونوں فیصلوں کی بنیاد قرآن وحدیث ہی تھے فرق صرف یہ ہے کہ تشریحی فیصلوں میں آپ ﷺ کی حیثیت وضاحتی ہوتی جبکہ تشریعی فیصلوں میں آپ ﷺ اپنے استدلال کی بنیاد پر حکم صادر فرماتے۔

اب ذرا آپ ﷺ کے تشریحی فیصلوں کو مختلف امثال کے ذریعے مزید واضح کر دینا بہتر ہے۔

یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے کہ قرآن کریم مخلوق کا کلام نہیں بلکہ اس خالق کائنات کا کلام ہے جس کے علم کی کوئی حد ہے نہ قدرت کی کوئی انتہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر چیز بیان کر دی تو سنت کی کیا ضرورت ہے تو اس کا جواب بھی قرآن نے خود اس طرح بیان فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا * قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴾ (۱۳)۔

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کا پانی روشنائی کی جگہ ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے اور باتیں احاطہ میں نہ آئیں اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر اس کی مدد کے لئے ہم لے آئیں اور آپ (ﷺ) یوں بھی کہہ دیجیے کہ میں تو تمہاری طرح انسان ہوں' میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔ سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اسی آیت میں خالق کائنات نے جہاں اپنی قدرت وعظمت کو بیان کیا وہیں نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کو بھی واضح کیا۔ یعنی عام انسان اور کائنات کی اشیاء اللہ تعالیٰ کی صفات بیان نہیں کر سکتے۔ اس لئے اس مسئلے کے حل کے لئے نبی کریم ﷺ کی صورت میں امت کو دیا۔ گویا عقائد کا مسئلہ ہو یا عبادات کی ادائیگی' معاملات یا اخلاقیات کا ان الفاظ میں امت کو تاکید گئی ہے کہ:

﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ (۱۴)۔

ترجمہ: اور رسول تمہیں جو دیں اسے لو اور وہ جس سے روک دیں اس سے باز آجاؤ۔

قرآن کریم بلاشبہ جامع اور کامل کتاب ہے مگر جامع اور کامل کتاب کو سمجھنے کے لئے عقل بھی جامع اور کامل چاہیے۔ اور جامع ہونے کی حیثیت قرآن کی جامعیت اپنے حدِ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ اور اس حد کمال جامع کتاب کو سمجھنے کی جامع ترین عقل صرف اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس ہے۔ لہٰذا اس کتاب کو سمجھنے اور تفصیلات کے لئے پہلا بنیادی اور جامع ماخذ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

عقائد کے حوالے سے ہی مثال لے لیتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کا اعلان بہت سے مقامات پر فرمایا۔

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :﴿ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴾ (۱۵)۔

ترجمہ: اور تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس بڑے مہربان اور رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں"۔

ایک اور جگہ فرمایا :﴿ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ * وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا * وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ * مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ * وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ * وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴾ (۱۶)۔

ترجمہ: اور یہ کہ وہ ہنساتا اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی نر اور مادہ دو قسم (کے حیوان) پیدا کرتا ہے (یعنی) نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔ اور یہ کہ (قیامت کو) اسی پر دوبارہ اٹھانا لازم ہے۔ اور یہ کہ وہی دولت مند بناتا اور مفلس کرتا ہے۔

اس عقیدے پر ایمان لائے بغیر اسلام کے ارکان پر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ عقیدہ توحید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث جبریل میں ایمان کی بنیاد اور پہلی شرط قرار دیا گیا۔ نیز احادیث کے ذریعے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ اکیلے اللہ ہی کی ذات ساری کائنات کے نظام کو چلا رہی ہے۔ ہدایت اور گمراہی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ تمام مخلوقات انسان' جانور' چرند' پرند سب اُسی کے حکم کے محتاج ہیں۔ وہی فائدہ دینے اور نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے۔ مخلوقات کی ضروریات اس کے

سامنے ایک قطرے یا ذرے سے بھی کم حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں مگر سب اُس کے محتاج ہیں۔

اسی طرح آخرت کے حوالے سے محاسبہ اعمال کی طرف قرآن میں جب یوں اشارہ کیا گیا:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً﴾ (١٧)۔ ترجمہ: بے شک ہر ایک سے کان ، آنکھ اور دل کے متعلق سوال ہو گا۔

اس کے علاوہ قرآن میں اور کئی جگہ بتایا گیا کہ کئی چیزوں کے بارے میں سوالات ہوں گے اب وہ کیا سوالات ہوں گے ؟ چنانچہ سیدنا ابی برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا :

((لا تزولا قَدَمَا عَبدٍ يوْمَ الْقِيامة حَتَّى يُسْئَل عَن عُمُره فِيما أفناه وعَنْ عِلْمه فِيما فَعل وَعَن ماله من أين اكْتَسَبه وفيما أنْفَقه وَعَنْ جَسَده فِيما أبْلاه)) (١٨)۔

ترجمہ: قیامت کے دن بندے کے قدم اپنی جگہ سے اس وقت تک ہل نہیں سکیں گے جب تک اس سے سوال نہ کیا جائے اپنی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا؟ اپنے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا؟ اپنے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں پر لگایا؟۔ اور اپنے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں استعمال کیا؟

اور اسی طرح عبادات کی فرضیت کے حوالے سے قرآن میں نماز کے لئے ارشاد ہوا:

﴿ اِنَّ الصَّلٰوۃَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾ (١٩)۔

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

اس آیت میں تو فرمایا گیا کہ نماز اوقات کی پابندی کے ساتھ مومنین پر فرض ہے مگر اس کی ادائیگی کس طرح کی جائے ؟ شرائط اور ارکان کیا ہیں؟ تو ان کی تفصیلات کے لئے رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا :((صَلُّوْا كَمَا رَأيْتُمُونِي أصَلّي))(٢٠)۔ ترجمہ: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

یعنی نماز کی ادائیگی کے لئے شرائط وضوابط نیز طریقہ کار ہمیں تشریحاً سنت نبوی سے ملتے ہیں۔

اسی طرح روزہ کی فرضیت کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہوا :﴿ يأيّها الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن ﴾ (۲۱)۔

ترجمہ: مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم اہل تقوی بن جاؤ۔

لیکن روزے کے احکامات، فرائض اور اوقات کی تمام تفصیلات بھی سنت طیبہ میں ملتی ہیں۔اسی طرح معاملات کے حوالے سے بھی عموم میں تخصیص کا حق رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں حکم عام ہے کہ وراثت مرنے والوں کے جائز ورثاء میں تقسیم ہو گی لیکن اس عام حکم میں حدیث رسول ﷺ کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :((لا يرِثُ القاتِلُ عَمْدا ولا خَطأً شَيئاً))(۲۲)

ترجمہ: قاتل کا قتل عمد اور قتل خطأ دونوں صورتوں میں وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اس حدیث کی بناء پر قرآن کریم کی آیت کریمہ:

﴿ يوْصِيكُمُ الله فِيْ اَوْلَادِكُم لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْن ﴾(۲۳)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو دولڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا۔

یہاں پر حدیث کا حکم ہی تخصیص پیدا کرتا ہے کہ اگر بیٹا باپ کا قاتل ہے تو اسے باپ کی وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

تشریعی حوالے سے حکم مطلق کو مقید کرنے کی مثالیں بھی سنت طیبہ میں ملتی ہیں مثلاً قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقةُ فَاقْطَعُوْا أيدِيهمَا﴾ (۲۴)۔

ترجمہ: چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

یہ آیت مطلق ہے اس میں دائیں بائیں ہاتھ کی قید نہیں نہ یہ تعین ہے کہ کس جگہ سے کاٹا جائے کیونکہ عربی زبان میں لفظ "ید" کا اطلاق کاندھے سے انگلیوں تک سارے ہاتھ پر ہوتا ہے یہ قید سنت سے ثابت ہوتی ہے کہ دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا۔

اسی طرح سنت رسول ﷺ کلامی الٰہی کی مراد اور اس کے متعین مصداق کی وضاحت بھی کرتی ہے مثلاً قرآن میں ارشاد ہوا:﴿ واٰتُوْا حقّه يومَ حَصَاده ﴾ (۲۵)۔

ترجمہ: جس دن (پھل توڑو اور کھیتی کاٹو) تو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔

اس کلام الٰہی کی مُراد کو واضح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس حق سے مراد عشر یا خُمس ہے جو زمین کی پیداوار پر دینا ضروری ہوتا ہے۔

یہ تمام احکامات معاملات کے حوالے سے ہیں۔ جہاں تک اخلاقیات کا تعلق ہے تو کتب حدیث میں الشفقة والرحمة على الخلق اور حسن الخلق کے ابواب موجود ہیں جو قرآن کریم کے ان اَحکام کی تفصیل ہیں جن میں خدمت خلق اور ضرورت مند کی مدد کی تاکیدیوں کی گئی ارشاد ہوا ﴿ وَفِيْ أمْوَالهمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْم ﴾ (۲۶)۔ ترجمہ: اُن کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کے لئے حق ہے ۔

ان احکامات کی ترغیب احادیث میں تفصیلاً بڑے خوبصورت الفاظ میں ملتی ہے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے۔

((السَّاعِى عَلَى الأرْمَلةِ وَالْمِسْكِيْنِ كالْمُجَاهِدِ فِى سَبِيلِ الله واحْسِبه قال : كالصائم لا يُفْطِر وكالقائم لا ينام))(۲۷)۔

ترجمہ: بیوہ اور مسکین کے لئے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور میرا خیال ہے اس طرح فرمایا کہ وہ اس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا اور اس نمازی کی طرح ہے جو نماز سے تھکتا نہیں۔

اسی طرح قرآن پاک میں نیکی کے تصور کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حوالے سے یوں واضح کیا گیا ہے ارشاد ہے: ﴿ لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاء والضَّرَّاء وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ (۲۸)۔

ترجمہ: نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو اللہ پر، قیامت پر ، فرشتوں پر، کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لایا اور مال کی محبت کے باوجود رشتہ داروں کو، یتیموں کو، غریبوں کو، مسافر کو، مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرنے میں دیا۔ اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور عہد کرنے کے بعد اس کو پورا کیا اور مصیبت، تکلیف اور جنگ میں ثابت قدم رہا۔ یہی وہ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی تقویٰ والے ہیں۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیا اور اس کی خدمت اور حسن سلوک کو دنیا کی فلاح اور آخرت کی کامرانی کا ضامن قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الخَلقُ عِيَالُ الله فأحبُّ الخلقِ إلى الله من أحْسَنَ إلى عِيَاله))(۲۹)۔

ترجمہ: مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین وہ ہے جو اس کے کنبے سے اچھا سلوک کرتا ہے۔

گویا یہ بات سامنے آتی ہے کہ عقائد سے لے کر عبادات اور معاملات تک حتیٰ کہ اخلاقیات تک کے حوالے سے قرآنی احکام کی تشریعی تفصیلات ہمیں احادیث نبوی سے ملتی ہیں۔

۲۔ حضور ﷺ کی تشریعی حیثیت:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قانون سازی میں یہی قاعدہ استعمال فرمایا ہے کہ قرآن میں مجمل احکام اور ہدایات دے کر، یا کچھ اصول بیان کر کے اپنی پسند وناپسند کا اظہار کر کے یہ کام اپنے رسول کے سپرد کیا کہ وہ نہ صرف لفظی طور پر اس قانون کی تفصیلی شکل مرتب کریں بلکہ عملاً اس کے مطابق کام کر کے دکھادیں۔ اور یہ تفویض اختیارات کا فرمان خود قرآن کے متن یعنی قرآن میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیھِمْ ﴾ (۳۰)۔

ترجمہ: ہم نے (آپؐ) کی طرف یہ ذکر اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں۔

اور اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا ﴿ وَ یُحِلُّ لھمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیھِمُ الْخَبٰائث ﴾(۳۱)۔

ترجمہ: اور وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ جس طرح قرآن کے قانون کی تشریح کرنے کے مجاز تھے اور آپ ﷺ کی تشریح سنت وحجت تھی۔ اسی طرح آپ تشریع کے بھی مجاز تھے اور آپ کی تشریع سنت وحجت تھی۔ مثال کے طور پر قرآن میں اللہ تعالی نے کھانے پینے کی چیزوں میں بعض چیزوں کے حلال اور بعض کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔

﴿ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا اُحِلَّ لھمْ قُلْ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ﴾ (۳۲)۔

ترجمہ: آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کچھ حلال ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تمام پاکیزہ چیزیں تمہاری لئے حلال کی گئی ہیں۔

اور باقی کے متعلق عام ہدایت دی کہ پاکیزہ چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کر دی دی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے علیحدہ علیحدہ ہر چیز کے بارے میں بتایا کہ کیا چیز حلال ہے اور کیا حرام۔ اسی طرح قرآن کریم میں شراب یعنی خمر کو حرام قرار دیا گیا(۳۳)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس میں علت اس کا نشہ آور ہونا ہے۔ اس لئے ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ یعنی وہ تمام چیزیں مسکرات میں ہیں جو نشہ پیدا کرتی ہیں۔ مثلاً چرس، بھنگ، افیون وغیرہ۔

قرآن میں وضو کے بارے میں مطلق حکم موجود ہے۔ اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کا حکم ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ تشریعی حیثیت سے متعین فرمایا(۳۴)۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر تم کو جنابت لاحق ہو گئی تو پاک ہوئے بغیر نماز نہ پڑھو(۳۵)۔

نبی کریم ﷺ نے تشریعی حیثیت سے بتایا کہ جنابت کا اطلاق کن حالتوں پر ہوتا ہے اور کن پر نہیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وراثت کا قانون بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میت کی نرینہ اولاد کوئی نہ ہو تو ایک لڑکی ہونے کی صورت میں وہ نصف ترکہ پائے گی اور زائد لڑکیاں ہوں تو ان کو ترکے کا دو تہائی حصہ ملے گا۔ نیز آپ ﷺ نے تشریعی حیثیت سے فرمایا کہ ((لا وصية لوارث))

"وارث کے لئے وصیت نہیں دی جاسکتی"(۳۶)۔

نبی ﷺ نے توضیح فرمائی کہ دو لڑکیوں کا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا دو سے زائد لڑکیوں کا مقرر کیا گیا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا(۳۷)۔ نبی ﷺ نے بتایا کہ پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی کو جمع کرنا بھی اس حکم میں داخل ہے کہ اس میں جو علت بہن سے بہن کے تعلق ہی ہے وہی علت باپ کی بہن اور ماں کی بہن کے معاملے میں بھی پائی جاتی ہے۔

قرآن مردوں کو اجازت دیتا ہے کہ دو دو' تین تین' چار چار عورتوں سے نکاح کر لیں (۳۸)۔ یہ الفاظ قطع واضح نہیں کرتے کہ ایک مرد بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتا۔ حکم کے اس منشا کی وضاحت نبی ﷺ نے فرمائی اور جن لوگوں نے نکاح میں چار سے زائد بیویاں رکھیں تھیں ان کو آپؐ نے حکم دیا کہ زائد بیویوں کو طلاق دے دیں۔ قرآن حج کی فرضیت کا عام حکم دیتا ہے اور یہ صراحت نہیں کرتا کہ اس فریضہ کو انجام دینے کے لئے آیا ہر مسلمان کو حج ہر سال حج کرنا چاہیے یا عمر میں ایک بار کافی ہے یا ایک سے زیادہ مرتبہ جانا چاہیے (۳۹)۔

یہی نبی کریمؐ کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر میں صرف ایک مرتبہ حج کرکے آدمی فریضہ حج سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ قرآن سونے اور چاندی کے جمع کرنے پر سخت وعید فرماتا ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت ۳۴ کی رو سے عمومی طور پر اتنی گنجائش بھی نہیں کہ روزمرہ خرچ سے زائد رکھا جائے یا گھر کی خواتین کے پاس سونے یا چاندی کا زیور ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے تفصیلاً بتایا اگر زکوۃ ادا کرے تو وہ قرآن مجید کی اس وعید کا مستحق نہیں رہتا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے تفویض کردہ تشریعی اختیارات کو استعمال کرکے قرآن کے احکام وہدایات اور اشارات ومعجزات کی کس طرح شرح وتفسیر فرمائی۔ اس طرح یہ بات تو واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت شارح اپنی ذمہ داری کو پوری دیانت سے نبھایا لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کسی مسئلے میں احکام کی ضرورت ہو اور قرآن میں وہ احکام ہمیں نہ ملتے ہوں اور وحی کا انتظار ہو مگر وحی نہ آئے تو ان حالات میں اگر معاملہ ایسا ہو تا کہ جس میں انتظار کیا جا سکتا ہے تو رسول اللہ ﷺ انتظار کرتے لیکن اگر معاملہ فوری حل کرنے کا ہو تو وہ مجبور ہوتے ہیں کہ اجتہاد واستنباط اور استدلال کرکے اپنی صوابدید سے کوئی حکم دیں۔ ایسے احکامات کی دو صورتیں ہوں گی :

یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی توثیق کر دی گئی ہے۔ یا پھر اس حکم کو نامناسب سمجھ کر تبدیلی کا حکم دیا جائے گا۔

اس کا ایک معقول تصور یہ بھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ کا استنباط مناسب معلوم ہو تو یا تو توثیق کی جائے یا سکوت کی صورت میں منظوری دے دی جائے۔ یہ عمل فوری بھی ہو سکتا ہے اور

اس میں دیر بھی ہو سکتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترمیم کا حکم نہ آئے تو چاہے کتنی مدت گزر جائے رسول اللہ ﷺ اس بات کے مجاز ہوں گے کہ اس پر عمل کرتے رہیں۔ کیونکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ کے بعد پیغمبر اپنے ذاتی اجتہاد سے کوئی قانون بنا سکتا ہے جب کہ اسے وحی نہ آئی ہو۔ البتہ اللہ کی ذات پیغمبر کے حکم کو تبدیل یا منسوخ کر سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ایسی مثالیں ملتی ہیں مثلاً جنگ بدر کے قیدیوں سے کیا سلوک کیا جانا چاہیے، اس بارے میں کوئی صریح حکم اس وقت تک نہیں آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فدیہ لے کر ان کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا تو فوراً اللہ کی طرف سے تنبیہ کر دی گئی (۴۰)۔

اس فیصلے میں رسول اللہ کا بحیثیت قانون دان استنباط اللہ کو پسند نہ آیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ خدا یہ بھی وضاحت کر دیتا ہے کہ چونکہ میں طے کر چکا تھا کہ پرانے (یعنی توریت کے) قانون کو قانون محمدیہ سے بدل دوں گا اس لئے اب میں محمد رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو قبول کرتا ہوں اور اس کی توثیق کرتا ہوں اس لئے اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

گویا یہ بات واضح ہو گئی کہ سنت کا درجہ قرآن سے کمتر ہوگا بحیثیت تشریحات قرآن لیکن استنباط کے حوالے سے اگر رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم ہم آپ ﷺ کی زندگی میں سنیں گے جس کی تائید قرآن سے ہوئی تو اس کا درجہ بالکل قرآن کے برابر ہوگا۔ جہاں تک صحت کا تعلق ہے تو قرآن کی تدوین رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگرانی میں کرائی اور حدیث صحابہ کرامؓ نے اپنی ذاتی صلاحیتوں کے مطابق مرتب کی، اسی حوالے سے دونوں کے مراتب میں فرق ہوگا۔ لیکن حدیث کا اصل اصول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو صرف رسول اللہ ﷺ ہی بدل سکتا ہے۔ اس سے کمتر درجے کی شخصیت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کوئی تبدیلی کرے۔ البتہ احکام یکساں درجے کا حکم نہیں رکھتے۔ بعض کی حیثیت فرض یا واجب کی ہوگی، بعض چیزیں مباح ہیں۔ مگر یہ تصور بہت بعد میں پیدا ہوا۔

علمی نقطہ نظر سے ان احکام کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے اور یہ تقسیم اخلاقی اساس پر ہے۔ یہ پنجگانہ تقسیم دوسری صدی ہجری میں شروع ہوئی جیسا کہ امام غزالی (م ۵۰۵ھ) نے بیان کیا ہے، یہ

معتزلہ کی اصول فقہ کی کتابوں میں ہمیں پہلی مرتبہ ملتی ہے(۴۱)۔

آنحضرت ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی ضرورت واہمیت جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی ضرورت و مصلحت کیا تھی جبکہ قرآن کریم نے اپنے متعلق دعوی کیاہے کہ

﴿ وَنَزَّلْنا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيءٍ وهدًى وَّرَحمة وبُشْرى لِلْمُسْلِمِين ﴾ (۴۲)۔

ترجمہ: ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے (جس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

یہاں پر" لكل شيئ" سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا تعلق انسان کی ہدایت اور رہنمائی سے ہے۔ قرآن کے نزول کی غرض وغایت ہی نوع انسانی کی ہدایت ہے۔ قرآن اپنے متعلق خود کہتا ہے :

﴿ هدى للناس ﴾ (۴۳)۔ (قرآن) لوگوں کے لئے ہدایت ہے ۔

گویا قرآن اپنے نزول سے لے کر قیامت تک کے انسان کے لئے رہنمائی وہدایت فراہم کرتا ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر دور کے مسائل کی جزئیات کا تفصیلی بیان قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اس لئے کہ قرآن کی آیات محدود ہیں جبکہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا یہ حال ہے کہ ہر دن کا سورج نئے حوادث وو قائع کے ساتھ طلوع ہوتا ہے ان نت نئے پیش آنے والے واقعات کا تفصیلی بیان قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ تو پھر یہ دعوی کیوں ہے کہ 'تبیاناً لکل شیٍٔ'' یعنی ہر چیز کا بیان ہے۔

اِمام اَبو اسحاق شاطبیؒ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں : "ولا يكون جامعاً إلا والْمَجْمُوعُ فِيه أمُوْرُ كُلِيات" (۴۴)۔

ترجمہ: قرآن کی جامعیت کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں کلیات بیان ہوئے ہیں۔

اب ان کلیات کی جزئی تفصیلات سنت رسول ﷺ اور اجتہاد ہی سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں احکام کا بیان چار طریقوں سے کیا ہے۔

۱: بعض اَحکام تفصیلی طور پر قرآن میں بیان کیے گئے ہیں۔

۲: بعض احکام کی تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ بیان کروائی گئی ہے۔

۳: بعض احکام وہ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی قرآنی حکم نہیں مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور ان کے حکم پر عمل کرنے کو فرض قرار دیا ہے اس لئے جس کسی نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو قبول کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے فرض قرار دینے کی وجہ سے قبول کیا۔

☆۔ بعض اَحکام وہ ہیں جن کو معلوم کرنے کے لئے مجتہدین پر اجتہاد کرنا فرض کر دیا گیا(۴۵)۔

مذکورہ آیت کے الفاظ﴿ تبیاناً لکل شیئٍ ﴾ کے حوالے سے علامہ اَبو بکر جصاص (م ۳۷۱ھ) فرماتے ہیں

"سنت رسول، اجماع، قیاس واجتہاد اور استدلال کی دوسری تمام صورتوں مثلاً: استحسان اور قبول خبر واحد کی وجہ سے جو احکام ثابت ہوتے ہیں وہ بھی دراصل قرآن کے تبیان اور اس کی وضاحت کی صورتیں ہیں، اس لئے قرآن ان پر دلالت کرتا ہے" (۴۶)۔

مذکورہ آیت کے حوالے سے قیاس واجتہاد کی حجیت پر استدلال کرتے ہوئے علامہ ابو بکر جصاص فرماتے ہیں:

""وهذه الآية دالة على صِحة القولِ بِالقياسِ وذلک لأنا إذا لَمْ نَجِدْ لِلْحادثة حُكْما منصوصاً فى الكتابِ ولا فى السُّنة ولا فى الإجماعِ وقد أخبرَ الله تعالى أن فى الكتابِ تبيانٌ لكلِ شيئ من أمورِ الدينِ ثَبَتَ أن طريقة النظرِ و الاستدلالِ

بالقياسِ على حُكْمه اِذْ لَمْ يَبْقَ هناک وجه يُوصِلُ إِلٰى حُكْمها منْ غَير هذه الجهة "" (۴۷)۔

یہ آیت قیاس کی حجیت پر دلالت کرتی ہے وہ اسطرح کہ جب ہمیں کسی نئے پیدا شدہ مسئلے کا حکم کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع میں نہیں ملے گا تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ قرآن کریم میں دین کے ہر معاملے کی وضاحت موجود ہے سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اس نئے مسئلے کے متعلق حکم معلوم کرنے کا طریقہ اجتہاد ورائے اور قیاس کے ذریعہ استدلال ہے۔ اس لئے کہ اس طریقہ کے سوائے مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کا کوئی اور ذریعہ باقی نہیں رہتا۔

ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ انسانی زندگی کی لامحدود جزئیات کا احاطہ اعجازی شان کے ساتھ قرآن کریم نے "کلیات" کی صورت میں کیا ہوا ہے۔ اور انہی کلیات سے نئے پیش آنے والے مسائل کے حل کے اخذ واستنباط کا نام اجتہاد ہے۔

جہاں تک نبی کریم ﷺ کے مامور بالاجتہاد ہونے کا تعلق ہے اور اس کی ضرورت و مصلحت کی بات ہے تو آپ ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی مصلحت مختلف وجوہ کی بنیاد پر مختلف تھی۔ کتب احادیث وسیرت کے متعدد واقعات شاہد ہیں کہ:

☆... کبھی ان فیصلوں کی ضرورت اور مصلحت جنگی تدبیر کی صورت میں ہوتی جیسے غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے جب اسلامی لشکر کو جس جگہ پڑاؤ کا حکم دیا تو حضرت خباب ابن المنذرؓ نے عرض کیا:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَرَأَيْتَ هَذَا الْمَنْزِلَ ؟ أَمَنْزِلٌ أَنْزَلَكَهُ اللَّهُ لَيْسَ لَنَا أَنْ نَتَقَدَّمَهُ وَلا نَتَأَخَّرَهُ ؟ أَمْ هُوَ الرَّأْيُ وَالْحَرْبُ وَالْمَكِيدَةُ قَالَ : بَلْ هُوَ الرَّأْيُ وَالْحَرْبُ وَالْمَكِيدَةُ ...)).

ترجمہ: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا یہ مقام ایسا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے اور ہمیں یہ

اختیار نہیں کہ ہم آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں یا یہ ایک رائے اور جنگی تدبیر ہے ؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ رائے اور جنگی تدبیر ہے۔

حضرت خباب بن المنذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ مقام کوئی ایسی جگہ نہیں ہے بلکہ آگے چلتے ہی چشمے کے پاس اتریں گے جو قریش سے بہت قریب ہے۔ اس کے پیچھے سارے چشمے اور گڑھے ناکارہ کردیں گے تاکہ ہمیں پانی ملتا رہے اور انہیں نہ ملے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا :((لَقد أشرتَ بالرأی))(۴۸)۔ ترجمہ:تونے صحیح رائے دی۔

☆... اسی طرح آنحضرت ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی بنیاد معاشی ضرورت مصلحت بھی تھی۔ جس کی سب سے بڑی مثال مؤاخات مدینہ کی صورت میں موجود ہے۔ جس میں انصار کا معاشی مسئلہ ایسا تھا جس کو حل کرنے کی ایسی ضرورت تھی کہ وہ خود کو انصار پر بوجھ محسوس نہ کریں اور ان کے لئے معاشی اسباب پیدا کر دیئے جائیں چنانچہ روایات کے مطابق حضرت انسؓ بن مالک کے گھر مواخات کا یہ اجتہادی معاملہ بڑے خوبصورت طریقے سے طے کیا گیا(۴۹)۔

☆... آنحضرت ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی بنیاد سیاسی مصلحت بھی تھی۔ اسی کی بہت سی مثالیں تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں مثلاً یہودی مدینہ کے ساتھ میثاقِ مدینہ کا فیصلہ جو سراسر سیاسی مصلحت تھی کیونکہ اسلام کو ابتدائی مدنی دور میں بہت سے خطرات ومشکلات کا سامنا تھا جو اس بات کا متقاضی تھا کہ مدینہ کی بڑی طاقتوں کے ساتھ میثاق یا معاہدہ کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت حمزہؓ کی سربراہی میں پہلی مہم ہجرت کے پہلے سال رمضان میں روانہ کی گئی یعنی معرکہ بدر سے تقریباً ایک سال قبل(۵۰)۔

گو کہ بعد میں یہودیوں کی عہد شکنی کی بنیاد پر یہ معاہدہ توڑ دیا گیا لیکن اس وقت تک اسلام ایک مضبوط قوت کی صورت میں سامنے آچکا تھا۔

☆... اسی طرح آنحضرت ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی ضرورت و مصلحت معاشرتی وعائلی بھی تھی مثلاًوراثت کے مسائل میں آنحضرت ﷺ نے اپنے وارثوں کے حق میں وصیت کرنے سے منع فرمایاجو پہلے سے وارث ہوں(۵۱)۔

کیونکہ اس صورت میں دوسرے وارثوں کے ساتھ ناانصافی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح وراثت کے حوالے سے فرمایاکہ کوئی مشرک مسلمان کے مال ومتاع کاوارث نہیں بن سکتا(۵۲)۔ یعنی مسلمان کے ترکہ کا وارث کوئی کافر نہیں ہوسکتااور نہ ہی کسی مشرک رشتے دار کی ترکہ کاوارث کوئی مسلمان ہوسکتا ہے۔

اسی طرح نکاح اور شادی کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے اس بات پر زور دیا کہ ہر وہ شخص جومہر اداکرنے کی استطاعت رکھتاہو ضرور شادی کرے(۵۳)۔

اور طلاق کے حوالے سے اس کی مذمت کرتے ہوئے اسے قابل نفرت فعل قرار دیا۔ احکامات کی مصلحت کے حوالے سے دورانِ حمل کسی عورت کوطلاق کی اجازت نہیں دی جب تک کہ بچے کی پیدائش نہ ہوجائے۔ اور حاملہ کو بھی نکاح ثانی سے احتراز کرنے کا حکم دیا تاکہ بچے کی ولدیت کا اندازہ ہوسکے(۵۴)۔

یہ تمام احکامات معاشرتی وعائلی ضروریات کے تحت کیے گئے۔ اور یہ وہ احکامات ہین جن کے بارے میں قرآنی آیات خاموش ہیں۔

☆... اس طرح آنحضرت ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی ضرورت جنگی مصلحت بھی تھی مثلاً غزوہ خندق کے موقع پر ہر طرف سے کفار کے لشکر مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑے اور مسلمان سخت آزمائش میں پڑگئے تو رسول اللہ ﷺ نے کفار کازور توڑنے کے لئے بنو غطفان سے مدینہ کی پیداوار کے ثلث پر صلح کرناچاہی تو معاہدہ کی تکمیل سے پہلے آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ سے مشورہ فرمایاتوان دونوں نے عرض کیا

((يا رسول الله أمراً تُحِبّه فَتَصْنَعه أمْ شَيْئاً أمَرَكَ الله به لا بُدَّ لَنَا مِنْ الْعَمَل به أم شيئاً تَصْنَعه لَنَا ...))

ترجمہ: "یارسول اللہ کیا یہ ایسا معاملہ ہے جسے آپ پسند فرماتے ہیں اور اس لئے کرنا چاہتے ہیں یا اسکا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں یا آپ ہمارے لئے کرنا چاہتے ہیں"۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ولكني رايت العرب قد رمتكم عن قوس واحده، و جاووكم من كل جانب، فأردت أن أكسر عنكم من شوكتهم .....))

ترجمہ: "خدا کی قسم میں سرف اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا تمام عرب ایک کمان سے تم پر تیروں کی بارش کرنے پر آمادہ ہے اور ہر راستہ تمہارے لئے دشوار بنادیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی طاقت تمہارے لئے کسی نہ کسی طرح توڑ ڈالوں"۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

((يا رسول الله: قد كنا نحن وهؤلاء القوم على الشرك بالله وعبادة الأوثان لا نعبد الله ولا نعرفه فهم لا يطمعون أن يأكلوا منها تمرة إلاقرى أو بيعا، أفحين أكرمنا الله بالإسلام وهدانا له وأعزنا بك وبه نعطيهم أمولانا: والله ما لنا بهذه من حاجة والله لا نعطيعهم إلا السيف حتى يحكم الله بيننا وبينهم فقال فأنت وذاک)) (۵۵)

ترجمہ: یارسول اللہ جب ہم اور یہ لوگ شرک وبت پرستی میں مبتلا تھے تب یہ لوگ مدینہ کی ایک کھجور کی طرف بھی للچائی ہوئی نظر نہیں ڈال سکتے تھے سوائے اس کے جو ان کو مہمانی کے طور پر دیا جاتا یا قیمت کے عوض فروخت کیا جاتا۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ اور اسلام کے ذریعے ہمیں عزت دی۔ کیا اب ہم انہیں اپنے اموال دیں گے؟ خدا کی قسم ہمارے اور ان کے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس تم جانو اور وہ جانیں۔

اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے وہ پرچہ لیا اور اس پر درج تحریر محو کر دی۔ یہ فیصلہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگی امور اور دیگر معاملات میں جہاں اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لیا وہیں بعض مواقع پر صحابہ کرامؓ کے اختلاف کو نہ صرف قبول کیا بلکہ پسند بھی فرمایا۔

☆... اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بہت سے اجتہادی فیصلوں کی ضرورت و مصلحت اخلاقی بنیادوں پر بھی تھی۔ مثلاً زناکار مرد اور عورت کی سزا قرآن کی رو سے سنگساری ہے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی حاملہ عورت کے خلاف جس کے رحم میں بچہ ہو، سزائے موت صادر ہو تو سزا کی تعمیل میں اس وقت تک تاخیر کی جائے جب تک وہ بچہ کی پیدائش سے فارغ نہ ہو جائے(۵۶)۔

حاملہ عورت کے مار ڈالنے میں اگر رحم میں بچے کی موت ہو جائے تو مرنے والے بچے کا قصاص بھی قابل ادائیگی ہے(۵۷)۔

یہ قانون آج بھی تمام مہذب ممالک میں رائج ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بدکاری کا ارتکاب ہونے پر عورت کو سنگسار کرنے سے بھی منع فرمایا جبکہ وہ اپنی چھاتی سے ایک بچے و دودھ پلا رہی ہو (۵۸)۔

یعنی اس بات کی اجازت دی کہ بچہ کی شکم سیری کا مناسب انتظام کر دینے کے بعد اسے سنگ سار کیا جائے۔ آج بھی بچوں اور خواتین کے حقوق کے لئے آواز بلند کرنے والے اس اخلاقی مصلحت کے تحت بنائے جانے والے قانون کے حامی ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنے مقدموں میں باہمی سمجھوتے کی اجازت نہیں دی جن کے بارے میں جرم کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی گئی ہو مثلاً:

۔ ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ بدکاری کر کے اسے تاوان ادا کر دیا۔ آنحضرت نے تاوان واپس کرنے کے لئے عورت کو حکم دیا اور مرد کو مقررہ سزا دی۔

۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بیوی کو اجازت دی کہ وہ اپنے خاوند کی جیب سے اس کی اجازت کے بغیر اتنی رقم نکال لے جو گھر کے اخراجات کے لئے ضروری ہو۔ اسے چوری تصور نہیں کیا گیا(۵۹)۔

آپ ﷺ میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ ایسی شجاعت اور بہادری سے کرتے کہ اس کے معترف بڑے بڑے جنگ جو اور سپہ سالار بھی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ فوج کے سپہ سالار کو تاکید کرتے کہ کسی علاقے کے فتح ہونے کے بعد ان کے فرائض یہ ہوں گے۔

اَ: لوگوں کے ساتھ نرمی برتیں اور انہیں خوشخبری سناتے رہیں۔

ب: ان کی ضرورت کا خیال رکھیں اور ان پر کوئی سختی نہ ہونے دیں۔

ج: ایک دوسرے کی فرمانبرداری کریں اور نافرمانی سے اجتناب کریں(۶۰)۔

شریعت اسلامیہ میں بہت سے احکام موجود ہیں جو صرف سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہیں:

☆... رجم کی سزا قرآن کی مقرر کردہ نہیں ہے یہ سنت ہی سے ثابت ہے اور تمام فقہاء بطور حد اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

☆... مردوں کے لئے سونے اور ریشمی کپڑے کا استعمال حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کی حرمت مردوں کے حق میں سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔

☆... دنیائے اسلام میں اذان کا یکساں طریقہ مسلمانوں میں رائج ہے۔ حجاز مقدس سے لے کر کابل تک اور مراکش سے انڈونیشیا تک ہر جگہ ایک ہی اذان بلند ہوتی ہے۔ جو پانچ وقت دی جاتی ہے۔ بعض ممالک میں تہجد کے لئے بھی اذان دی جاتی ہے۔ اذان کا طریقہ کار، اس کے الفاظ اور کلمات بھی سنت سے ثابت ہیں۔

☆... سنت سے حمر أهلية (پالتو گدھے) کی حرمت بیان ہوئی ہے۔ ایسے ہی ذی ناب سباع (چیر پھاڑ کرنے والے درندے) کی تحریم کا بیان صرف سنت میں ہے قرآن میں نہیں ہے(۶۱)۔

☆... سنت ہی کی روشنی میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ چچی اور خالہ کے ساتھ اس کی بھتیجی اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔

اس بارے میں امام شاطبي فرماتے ہیں۔

"الاستقراء دل على أن فى السنة أشياء لا تحصى كثرة لم ينص عليها فى القرآن كتحريم نكاح المرأة على عمتها أو خالتها وتحريم الحمر الأهلية وكل ذى ناب من السباع "(٦٢)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کی تعبیر و تشریح اور اس میں تخصیص کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔ کوئی دوسرا فرد نہ سنت کے خلاف تشریح و تعبیر کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ قرآن کے عموم میں تخصیص یا مطلق کو مقید کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریحی اور تشریعی حیثیت کو چند ایک مثال سے مزید واضح کر دینا بہتر ہے تا کہ ان کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی بنیاد اور ضرورت کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

قرآن میں بہت سے احکام مجمل بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل و تشریح آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے مثلاً:

قرآن کریم میں عبادات مثلاً نماز ' روزہ ' زکوۃ اور حج وغیرہ کے بارے میں احکامو موجود ہیں مگر ان کی تفصیل کا علم سنت رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے جو آپ کی تشریحی حیثیت کو واضح کرتے ہیں۔

اسی طرح قرآنی احکامات کے عموم میں تخصیص کا حق صرف رسول اللہ کو حاصل ہے۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم میں عمومی حکم ہے کہ وراثت مرنے والوں کے جائز ورثا میں تقسیم ہو گی۔ لیکن اسی عام حکم میں حدیث رسول اللہ ﷺ نے تخصیص پیدا کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((لا نُورث ما تركناه صدقة))(٦٣) ۔

ترجمہ: ہم انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے اور ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔

یہ تمام مثالیں آنحضرت ﷺ کی تشریعی حیثیت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اُن معاشرتی' معاشی' اخلاقی ضرورت اور مصلحت کو بھی واضح کرتی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اجتہادی فیصلوں کی بنیاد بنایا۔ گویا یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی قانون کی تعبیر و تشریح اور اس کے ارتقاء میں اجتہاد کو جو اہم اور بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے یہ اصول بھی صراحتاً رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ ہے جو ہر دور اور ہر زمانہ میں قانون سازی کے عمل میں ممد و معاون ہوتا ہے ایسے تمام مسائل جن میں قرآن و سنت خاموش ہوں۔ سنت کی رو سے اہل اجتہاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کر کے درپیش مسائل کا حل پیش کریں۔ اس علمی اور فکری عمل کو قیامت تک جاری رکھنے کی راہ ہموار کردی۔

آنحضرت ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کی بنیاد اور ضرورت کو واضح کردینے کے بعد آپ ﷺ کے اجتہادی فیصلوں کا جائزہ پیش کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے تاکہ واضح ہوسکے کہ آپ ﷺ کے کن اجتہادی فیصلوں کو قرآنی احکامات سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید حاصل ہوئی اور کن فیصلوں کی تصحیح یا تردید ہوئی۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورۃ آل عمران ۳/ ۳۱؛سورۃ الاحزاب ۳۳/ ۷۱ ؛ أیضاً: ٦٦؛سورۃ الحشر : ۵۹ /۷؛سورۃ النساء : ۴/ ۱۷۰۔

۲۔ سورۃالنساء: ۴/ ۱۱۳۔

۳۔ سورۃالبقرۃ ۲/ ۱۲۹

۴۔ أیضا:۱۵۱

۵۔ سورۃ آل عمران ۳/ ۱٦۴۔

٦۔ سورۃالجمعہ ٦۲/ ۲۔

۷۔ القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج۱، ص:۳۸۔

۸۔ سورۃابراہیم:۱۴/ ۴۔

۹۔ سورۃالنحل:۱٦/ ۴۴۔

۱۰۔ أیضاً:٦۴۔

۱۱۔ سورۃ الأحزاب:۳۳/ ۲۱۔

۱۲۔ إمام راغب اصفہانی، المفردات، ج:۱، ص:۱۴۔

۱۳۔ سورۃالکہف۱۸/ ۱۰۹، ۱۱۰۔

۱۴۔ سورۃالحشر :۵۹/ ۷۔

۱۵۔ سورۃالبقرۃ:۲/ ۱٦۳۔

۱٦۔ سورۃالنجم:۵۳/ ۴۳تا۴۸۔

۱۷۔ سورۃبنی اسرائیل:۱۷/ ۳٦۔

۱۸۔ ترمذی، سنن الترمذی۔الذبائح، ابواب صفۃالقیامۃالرقائق والورع عن رسول اللہ، باب فی القیامۃ ، حدیث ۲۴۰۰۔

۱۹۔ سورۃ النساء۴:/۱۰۳۔

۲۰۔ امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر، حدیث ۶۰۵۔

۲۱۔ سورۃ البقرۃ۲:۱۸۳۔

۲۲۔ اِمام بیہقی، السنن الکبری، کتاب الفرائض، باب لایرث القاتل، حدیث ۱۱۴۵۴۔

۲۳۔ سورۃ النساء۴:/۱۱۔

۲۴۔ سورۃ المائدہ : ۵/۳۸۔

۲۵۔ سورۃ الانعام۶/۱۴۱۔

26۔ سورۃ الذاریات۵۱/۱۹۔

۲۷۔ ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الرضاع، باب النفقۃ۔ ذکر اعطاء اللہ۔ حدیث ۴۳۰۵۔

۲۸۔ سورۃ البقرۃ۲/۱۷۷۔

۲۹۔ الطبرانی، المعجم الأوسط، باب العین، باب المیم من اسمہ محمد، حدیث ۵۶۴۵۔

۳۰۔ سورۃ النحل۱۶:/۴۴۔

۳۱۔ سورۃ الاعراف: ۷/۱۵۷۔

۳۲۔ سورۃ المائدۃ۵/۴۔

۳۳۔ أیضا:۹۰۔

۳۴۔ سورۃ النساء:۴/۴۳۔

۳۵۔ سورۃ المائدۃ۶:۷۔

۳۶۔ سورۃ النساء:۴/۱۱۔

۳۷۔ سورۃ النساء:۴/۲۳۔

۳۸۔ أیضا:۳۔

۳۹۔ سورۃ آل عمران:۳/۹۷۔

۴۰۔ سورۃ الأنفال۸/۶۸۔

۴۱۔ اِمام غزالی، المستصفیٰ، ج۱، ص:۷۵۔

۴۲۔ سورۃ النحل۱۶/۸۹۔

۴۳۔ سورۃ البقرۃ۲/۱۸۵۔

۴۴۔ شاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج۳، ص:۳۶۷۔

۴۵۔ اِمام الشافعی، الرسالۃ،ص:۲۱، ۲۲۔

۴۶۔ أبو بکر جصاص، احکام القرآن، ج۳، ص:۱۸۹، ۱۹۰۔

۴۷۔ أیضاً۔

۴۸۔ اِمام بیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکر خروج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث ۸۷۳۔

۴۹۔ ابن سعد، طبقات، حصہ اول، ص:۹۔

۵۰۔ طبری، تاریخ الرسل، ج۲، ص:۴۰۲۔

۵۱۔ جامع الترمذی، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی لاوصیۃ لوارث، حدیث ۲۰۴۶۔

۵۲۔ أیضاً، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی إبطال المیراث بین المسلم والکافر، حدیث ۲۰۳۳۔

۵۳۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج، حدیث ۴۷۸۰۔

۵۴۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالیٰ (یآیہا النبی إذا طلقتم النساء فطلقوہن لعدتہن) حدیث ۵۰۱۹۔

۵۵۔ اِمام بیہقی، دلائل النبوۃ، باب مجیء الأحزاب، حدیث ۱۳۱۳؛ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج۲، ص:۲۴۶۔

۵۶۔ ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الحدود، ذکر البیان بأن المرأۃ الحامل المقرۃ بالزنی علی نفسہا ثم ولدت، حدیث ۴۵۰۶؛ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الحدود، باب تربص الرجم بالحبلی حتی تضع۔ حدیث ۱۳۵۵۔

57۔ أیضاً۔

۵۸۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنا، حدیث ۱۶۴۵۔

۵۹۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب إذالم ینفق الرجل فللمرأۃ أن تأخذ بغیر علمہ مایکفیہا وولدہا بالمعروف، حدیث ۵۰۵۵۔

۶۰۔ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب السیر، باب سہم الخیل، حدیث ۱۴۷۵۔

۶۱۔ شاطبی، الموافقات، ج۴، ص:۱۶۔

۶۲۔ أیضاً، ص:۲۱۔

۶۳۔ إمام بیہقی، السنن الکبری، کتاب الفرائض، باب لایرث القاتل، حدیث ۱۱۴۵۴۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆